سی ٹی بی ٹی پر دستخط اور پاکستان

منشورات

ستمبر 1996

فیسر خورشید احمد

profkhurshidahmad.com all rights reserved

ایٹمی توانائی کی ترقی اور اس کے پرامن اور دفاعی استعمالات کے سلسلے میں پاکستان اس وقت ایک نہایت نازک اور فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے- یہ وہ تاریخی لمحہ ہے - کہ ذرا سی کمزوری یا غلطی نصف صدی کی قربانیوں پر پانی پھیر سکتی ہے اور پاکستان کے وجود اور اس کی سالمیت کو ایسے خطرات سے دوچار کر سکتی ہے جن کا مقابلہ ممکن نہ رہے- یہی وجہ ہے کہ اس وقت کی ذرا سی غفلت تباہ کن ہو سکتی ہے -

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

اس اہم موقعہ پر پاکستان کی تمام اہم سیاسی اور دینی جماعتوں کا اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ایک متفقہ موقف اختیار کرنا ایک تاریخی واقعہ ہے اور ملک کے مستقبل کے لیے ایک نیک شگون ہے- اس وقت جس معاہدہ پر دستخط کروانے کے لیے پاکستان پر دباو ڈالا جا رہا ہے اس کے مضمرات کو سمجھنے کے لیے چند بنیادی اور ضروری پہلوؤں کی معروضی انداز میں تفہیم ضروری ہے -

جس طرح اٹھارویں اور انیسویں صدیاں اور ان کے جلو میں آنے والا صنعتی انقلاب بجلی اور بھاپ کا مرہون منت تھا اس طرح بیسویں صدی کی عظیم ترین ایجادات ایٹمی توانائی پر انسان کی گرفت اور مائی کروچیپ (micro-chips) کی دریافت سے عبارت ہیں جن سے ایٹم اور کمپیوٹر کے دور کا آغاز ہوا- صاف نظر آ رہا ہے کے یہ دونوں ہی اکیسویں صدی کی ترقیات کے لیے تکنیکی بنیاد فراہم کریں گے -

جوہری ٹیکنولوجی کے استعمال کے دو اہم میدان ہیں- دونوں کا تعلق امن اور انسان کی مادی اور سماجی ترقی سے ہے- بظاہر ایک تو دفاع اور جنگ کے لیے اور دوسرے کو امن کے لیے استعمال کا نام دیا جاتا ہے- پرامن استعمال میں جوہری توانائی (nuclear energy) سب سے اہم ہے لیکن اس ٹیکنولوجی کے استعمالات زراعت، صنعت، علاج، ادویہ سازی غرض بے شمار میدانوں میں ہیں- رہا دفاعی اور فوجی استعمال تو اس کے بارے میں بھی پچاس

سال کے تجربات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ صرف دو بار ۱۹۴۵ میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم استعمال کیے گئے جنہوں نے بڑی تباہی مچائی لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایٹمی ٹیکنولوجی میں مسابقت نے دفاعی اور مانع اور مزاحم قوت کی ڈھال (deterrence) کا ایک ایسا نظام پیدا کر دیا جس سے دنیا تیسری عالمی جنگ سے بچ گئی۔ اگر آج عالمی جنگ کے خلاف کوئی موثر ضمانت موجود ہے تو وہ nuclear deterrence ہی ہے۔ تقریباً ۴۵ سال پر محیط سرد جنگ جس بنا پر "گرم" نہ ہو سکی وہ امریکہ اور روس دونوں کی ایٹمی استعداد تھی جس نے دونوں کو خود تباہ ہونے اور پوری انسانیت کو تباہ کرنے سے روکے رکھا۔ جس وقت روس نے تین سو بم بنا لیے عالمی بساط سیاست پر یہ مزاحم قوت ایک موثر حقیقت بن گئی۔ بم سازی اور تجربات کا سلسلہ چلتا رہا اور ایک وقت ایسا آیا کہ امریکہ نے اپنے اسلحہ خانے میں ۴۵ ہزار اور روس نے ۳۰ ہزار بم ذخیرہ کر ڈالے جو پوری دنیا کو پچاس بار تباہ کرنے کے لیے کافی تھے لیکن دونوں کے پاس دوسرے کو تباہ کرنے کی اس صلاحیت ہی نے عالم انسانیت کو جنگ سے بچانے کا ایک موثر نظام جنم دیا۔ یہی چیز مستقبل میں بھی امن کے لیے ایک موثر ضمانت کا کام دے سکتی ہے۔

اس پس منظر میں ایٹمی اسلحہ کی دوڑ کو روکنے اور محدود کرنے کی کوششوں کے حقیقی مقاصد کو سمجھا جاسکتا ہے۔ ان مساعی کا ایک ہدف حقیقی ڈھال (real deterrence) باقی رکھنا ہے اور دوسرا ہدف فاضل اسلحہ سے نجات اور اتفاقی حادثات یا جنونی مہم جوئی (adventurism) سے انسانیت کو بچانے کے لیے موثر انتظام ہے۔ لیکن ان دونوں جائز اور معقول اہداف کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا مقصد بھی نمایاں تر ہوتا جا رہا ہے اور وہ ہے ایٹمی توانائی پر چند اقوام کو مستقل اجارہ داری کے ذریعہ باقی تمام دنیا پر ان کی بالادستی کا قیام۔ اس طرح سائنس اور ٹیکنولوجی پر مبنی تفریق اور محکومی (apartheid) کے ذریعے دراصل ایک نئے استعمار کی راہ ہموار کی جارہی ہے جس کو کسی قیمت پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ غیر ایٹمی ممالک یا ایٹمی ممالک سے خطرہ محسوس کرنے والے تمام ممالک اور اقوام کو درپیش سب سے اہم چیلنج یہی ہے۔

بظاہر ایٹمی اسلحہ کے عدم پھیلاؤ کی بات کی جارہی ہے مگر درحقیقت اصل ہدف دنیا کو دو دائروں میں بانٹ دینا ہے۔ ایک ایٹمی ہتھیاروں سے لیس اقوام کا اور دوسرا ایٹمی طاقت سے

محروم اقوام کا۔

اقوام متحدہ کی ۱۹۶۱ کی ایک قرارداد کے ذریعہ ان کوششوں کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر ۱۹۶۸ میں - نیوکلیر عدم پھیلاؤ کامعاہدہ (Nuclear non-proliferation treaty -NPT) اور ۱۹۷۰ میں اس کے نفاذ سے دنیا کو اس نظام میں جکڑنے کی مہم شروع ہوگئی- اس معاہدہ میں بالاخر ۱۶۰ ملک شریک ہوگئے البتہ ۲۵ سے زیادہ ممالک اس سے باہر رہے- اس معاہدہ کے دو اہم پہلو تھے- ایک یہ کہ ایٹمی ہتھیار اور ان کو بنانے کی صلاحیت صرف ان پانچ ممالک تک محدود رہے جو ایٹمی ہتھیار بنا چکے ہیں اور ۱۹۶۷ سے پہلے تجربہ کر چکے ہیں یعنی امریکہ. روس. فرانس. برطانیہ. اور چین- یہی سیکورٹی کونسل کے ویٹو برادر ملک ہیں! باقی ممالک کے لیے ایٹمی توانائی کے دفاعی استعمال کو ممنوع قرار دیا گیا-البتہ ان کے لیے ایٹمی توانائی کے پر امن استعمال کا نہ صرف یہ کہ دروازہ کھلا رکھا گیا بلکہ ہتھیار برادر ممالک کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی کہ ان تک پر امن ایٹمی توانائی پہنچائیں- لیکن عمل صرف ایٹمی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ اور پانچ بڑی طاقتوں پر ان کی اجارہ داری والے حصہ پر ہوا-ان ممالک نے دوسرے ممالک تک پرامن استعمال کے لیے ٹیکنولوجی کی ترسیل کے لیے نہ صرف یہ کہ کوئی اقدام نہیں کیا بلکہ عملاً اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں- اس طرح دنیا کی باقی تمام اقوام خصوصیت سے تیسری دنیا کے ممالک اور مسلم ممالک کو اس ٹیکنولوجی سے محروم رکھنے کی منظم اور مربوط کوششیں کی گئیں جن ممالک نے خود اپنے طور پر اس جائز ہدف کے لیے کوئی کوشش کی، حتی کے وہ بھی جو اس معاہدہ کے شریک تھے جیسے عراق اور شمالی کوریا' تو ان کا بھی ناطقہ بند کر دیا گیا-حد یہ ہے کہ اسرائیل نے کھلے بندوں عراق کے ایٹمی مراکز کو تباہ کر دیا اور دنیا کی ان اقوام نے اس بین الاقوامی جارحیت کا کوئی نوٹس تک نہ لیا- جن ممالک نے معاہدہ پر دستخط نہیں کیے تھے ان کے بارے میں بھی بڑا امتیازی رویہ اختیار کیا گیا- بھارت اور اسرائیل کی سرگرمیوں سے تو نہ صرف یہ کہ صرف نظر کیا گیا بلکہ بلاواسطہ اور بالواسطہ ان کی مدد کی گئی لیکن پاکستان. ایران. لیبیا اور دوسرے ممالک کے خلاف ہر قسم کے حربے استعمال کیے گئے اور اس طرح نیوکلیر نسل پرستی (apartheid) کا ایک نظام دنیا پر مسلط کر دیا گیا-

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے عدم پھیلاو کے معاہدے کے ساتھ ساتھ تین مزید

انتظامات کیے گئے ہیں ایک تجرباتی ایٹمی دھماکہ پر مکمل پابندی کا معاہدہ (Comprehensive Test Ban Treaty - CTBT)۔ دوسرا میزائیل ٹیکنولوجی پر پابندی کا نظام (Missile Technology Control Regime - MTCR)۔ اور تیسرا افزوں شدہ مادہ کی حد بندی کا معاہدہ (Fissile Material Cut off Convention - FMCC) اپنے اپنے انداز میں ان تینوں کا ہدف ایٹمی ہتھیاروں پر' ان کو تیار کرنے کی استعداد اور ان کو اپنے ہدف پر مار کرنے (Delivery System) کی صلاحیت اور انتظام پر پابندی ہے۔

اس وقت سی ٹی بی ٹی پر غور اپنے آخری مرحلے میں ہے اور جنیوا میں ٦١ ممالک کی جو کانفرنس ہو رہی ہے اسے ١٧ ستمبر ١٩٩٦ تک معاہدہ پر مکمل اتفاق رائے سے دستخط کرنے ہیں تاکہ جنرل اسمبلی کے اس اجلاس میں جو اس کے معاً بعد نیویارک میں ہو رہا ہے اس پر غور ہو سکے۔ کئی سال کی بحث و گفتگو اور لین دین کے بعد جو متن تیار ہوا ہے اس میں پاکستان' عالم اسلام' اور غیر مغربی دنیا کے نقطہ نظر سے کئی بڑی بڑی خامیاں ہیں۔

١۔ اس معاہدہ نے اصل مسئلہ سے تعرض ہی نہیں کیا ہے اور ایک ایسا نظام دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجہ میں جو ممالک نیوکلیر ٹیکنالوجی پر اپنی گرفت مضبوط کر چکے ہیں ان کی مستقل بالادستی قائم ہو جائے اور باقی دنیا ان کی محتاج اور ہمیشہ ان کے زیر اثر رہے۔ مسئلہ محض تجرباتی دھماکے کا نہیں' ایٹمی اسلحہ کو محدود کرنے اور ان حدود کے اندر لانے اور رکھنے کا ہے جہاں ان کے خطرات کو کسی معقول نظام کے ذریعہ کم سے کم کیا جا سکے اور محض چند ممالک کی بالادستی نہیں بلکہ حقیقی معنی میں دنیا کے تمام ممالک اور علاقوں کے درمیان قیام امن کے لیے مناسب دفاعی ڈھال (deterrance) وجود میں آسکے۔ امریکہ ایک مدت سے تجرباتی دھماکوں پر پابندی کی مخالفت کر رہا تھا لیکن اب ایک ہزار تیس دھماکے کرنے اور سب سے زیادہ بم ذخیرہ کرنے کے بعد نہ صرف اس معاہدہ کا قائل ہو گیا ہے بلکہ دوسروں پر دباو ڈال رہا ہے کہ اس معاہدہ پر آنکھیں بند کر کے دستخط کر دیں۔ واضح رہے کہ روس سات سو پندرہ دھماکے کر چکا ہے' فرانس دو سو دس' برطانیہ اور چین پینتالیس اور بھارت ایک۔ فرانس اور چین نے حال ہی میں ساری مخالفت

کے باوجود دھماکے کیے ہیں۔ امریکہ اور روس کے پاس جوہری ہتھیاروں کو کم کرنے کے بعد بھی اس وقت علی الترتیب ۳۰ ہزار اور ۲۰ ہزار سے زائد بم موجود ہیں۔ فرانس کے پاس ۷۰۰ سے زیادہ، چین کے پاس چار سو پچاس سے چھ سو کے درمیان، برطانیہ کے پاس دو سو، اسرائیل کے پاس دو سو اور بھارت کے پاس ساٹھ اور اسی کے درمیان بم موجود ہیں۔ جنوبی افریقہ، برازیل، اور ارجنٹائن بظاہر اپنے ہتھیاروں کو ضائع کر چکے ہیں مگر بنانے کی صلاحیت ان کے پاس موجود ہے۔ اسی طرح جرمنی اور جاپان یہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کے پاس بھی یہ صلاحیت ہے اور بین الاقوامی رپورٹوں کی روشنی میں وہ چھ سے دس بم کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ وہ صلاحیت ہے جس پر ۱۹۸۹ میں اس کے پروگرام کو CAP کر دیا گیا تھا۔

اس پس منظر میں یہ بات اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ اصل مسئلہ ایک منصفانہ عالمی پالیسی کا ہے جس کا اولین اور معیاری ہدف دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے مکمل طور پر پاک کرنا ہو۔ اس کا تقاضا ہے کہ سارے بموں کو تباہ کرنے کا دو ٹوک اعلان ہو اور ایک متعین ٹائم ٹیبل کے ذریعہ اس پر سب کے لیے عمل درآمد کا نقشہ تیار کیا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم عملی ہدف یہ ہے کہ بموں کی تعداد کو اتنا محدود کیا جائے کہ حقیقی deterrence تو باقی رہ سکے لیکن تمام زائد استعداد کو ختم کر دیا جائے۔ اس میں یہ بات بھی لازماً شامل ہونا چاہیے کہ بڑی طاقتوں کے علاوہ دوسرے ممالک جو ایٹمی صلاحیت رکھتے ہیں اور جہاں حقیقی deterrence کی ضرورت ہے وہ کس طرح اپنے حفاظت کا خود انتظام کریں اور ان کو اور باقی تمام ممالک کو مطلوبہ تحفظ فراہم کرنے کا کیا قابل اعتماد انتظام ہو۔

یہ مسئلہ عالمی (global) بھی ہے اور علاقائی (regional) بھی، اور جب تک دونوں سطح پر کوئی مؤثر، معقول اور قابل قبول اور قابل عمل حل دریافت نہیں کر لیا جاتا محض دھماکوں پر پابندی سے نہ امن حاصل ہو سکتا ہے اور نہ دنیا جنگ کے خطرات سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس معاہدہ میں ایٹمی اسلحہ کے خاتمے یا ان کی حقیقی تخفیف کے اصل اور مرکزی مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے اور بحث میں بار بار اس مسئلہ کے اٹھائے جانے کے باوجود اصل متن اس

بارے میں واضح موقف سے خالی ہے۔ پاکستان کے نمائندے بھی علاقائی مسئلہ میں جو خود ایک حقیقی مسئلہ ہے، الجھے رہے ہیں کہ مسئلہ کے عالمی پہلو سے، جو اصل جڑ ہے اور جس کی زد میں پاکستان، عالم اسلام اور تمام ہی غیر مغربی ملک ہیں، مجرمانہ حد تک غفلت برتی ہے۔ اس طرح مغربی اقوام کو اپنے اصل ہدف یعنی صرف ایٹمی ممالک کی بالادستی اور اجارہ داری کو دوام بخشنے کو توجہ کا مرکز بنانے میں کامیابی ہوئی ہے اور ہمارے نمائندے اصل اور مرکزی ایشو پر کوئی ضرب لگانے میں ناکام رہے ہیں۔

ہم گئے تھے عرض کرنے مدعا
اور عرض ... مدعا ہی رہ گیا!

۲۔ سی ٹی بی ٹی کے موجودہ متن کی دوسری بڑی اور (strategic) خامی یہ ہے کہ اس نے ایٹمی (deterrence) کے لیے سخت امتیازی (discriminatory) رویہ اختیار کیا ہے۔ جس دلیل کی بنیاد پر پانچ بڑی طاقتوں کو ایٹمی ہتھیاروں پر کنٹرول کا حق دیا ہے اور جس مخفی دلیل کی بنا پر چند ممالک سے رعایت برتی گئی ہے پاکستان اور عالم اسلام کو اس سے محروم رکھا گیا ہے اور پاکستان اور مسلم دنیا کے نمائندے اپنے حق کو منوانے میں ناکام رہے ہیں۔ این پی ٹی کے وقت یہ اصول سامنے رکھا گیا تھا کہ اس وقت جو ممالک ایٹمی ہتھیاروں کی استعداد رکھتے ہیں اور عملاً تجربہ کرکے اپنی حیثیت منوا چکے ہیں وہ اس صلاحیت کے حامل اور متولی رہیں گے لیکن آج کی زمینی حقیقتوں کی روشنی میں جو ملک اس وقت ایٹمی صلاحیت رکھتے ہیں ان کے لیے اس معاہدہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔

سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ اور روس اصل عالمی قوت تھے۔ مگر اس کے باوجود تاریخی اور اسٹرے ٹیجک وجوہ سے فرانس اور برطانیہ کو ایٹمی ہتھیاروں اور ان کی صلاحیت کو باقی رکھنے کا حق دیا گیا۔ پھر روس اور چین کی کشمکش کی بنا پر یہی حق روس کو دیا گیا۔ اسرائیل کو ناجائز طور پر ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کا صرف موقع ہی نہیں دیا گیا۔ اس کی بھرپور اعانت کی گئی جس کی تفصیل اب کوئی راز نہیں ہے اور اسے ولیم ای بروز (Willaim E. Brurrows) اور روبرٹ ونڈرم

(Robert windrom) کی کتاب س Critica Mass س اور سیمورایم' برش (Seymour M Hursh) کی کتاب "The Samson Opinion Israel America and the Bomb" میں دیکھاجاسکتا ہے۔ اسی طرح چین کے نام نہاد خطرے کا سہارا لے کر بھارت کے ایٹمی پروگرام سے کھلا اور چھپاتعاون کیا گیا مگر پاکستان اور عرب ممالک کو یا شمالی کوریا کو یہی حق نہیں دیا گیا۔ حد یہ ہے کہ حالیہ مذاکرات میں سوویت یونین کے منتشر ہونے کے بعد جہاں روس کو اس کا جانشین تسلیم کرکے ایٹمی سپر پاور مانا گیا ہے وہیں یوکرین کو یہ حق دیا گیا ہے کہ روس کے مقابلہ میں حقیقی مزاحم قوت فراہم رکھنے (deterrance) کے اصول پر ان ایٹمی ہتھیاروں کو اپنے پاس رکھے جو اس کی تحویل میں تھے' حالانکہ یوکرین این پی ٹی کے تحت ان پانچ ملکوں میں سے نہیں جنہیں ایٹمی اسلحہ برادر ملک(Nuclear weapon state) تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس معاہدہ اور اس نوعیت کے دوسرے تمام معاہدوں میں چند ممالک کے حق میں اور چند دوسرے ممالک کے خلاف امتیاز (discrimination) برتاجارہا ہے اور اس امتیاز و تفریق کی موجودگی میں اس معاہدہ کو تسلیم کرنا انصاف ہی کے خلاف نہیں پاکستان اور عالم اسلام کے اسٹرے ٹیجک مفادات کے بھی سراسر منافی ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ان دونوں بنیادوں پر عالمی سطح پر اس معاہدے کے خلاف رائے منظم کی جاتی ۔تمام متاثرہ ممالک کو متحرک کیا جاتا اور ایک ایسے نئے عالمی نظام کی راہ ہموار کی جاتی جس میں حقیقی امن کی طرف پیش رفت ہوسکے اور یہ امتیازی سلوک ختم ہو۔ افسوس کہ پاکستان اور دوسرے مسلم اور غیر مغربی ممالک نے اس تاریخی موقع کو ضائع کیا اور بڑی طاقتوں کے اصل کھیل کا پردہ چاک کرنے میں ناکام رہے۔

۳ سی ٹی بی ٹی کے موجودہ مسودہ (text) کی تیسری بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے ایٹمی تجربات پر یہ پابندی لگادی گئی ہے اور جس بنیادی فرق کو این پی ٹی میں تسلیم کیا گیا تھا' یعنی ایٹمی قوت کا فوجی استعمال' اور پر امن استعمال' اسے یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس طرح مستقبل میں ایٹمی طاقت پر چند مغربی اور امیر ممالک

کی اجارہ داری کو مستحکم کر دیا گیا اور باقی تمام دنیا کہ لیے اکیسویں صدی میں ایٹمی قوت کے پر امن استعمال کے غیر محدود امکانات پر قفل لگا دیا گیا ہے۔ یہ وہ عظیم الشان غلطی (Himalayan Blunder) ہے جس کہ نتیجہ میں اس میدان میں ترقی اور ایجادات کا سارا فائدہ صرف مغربی اقوام کو ہوگا اور دوسرے تمام ممالک ان کے محتاج اور ان کے مقابلہ پر تہی دست رہیں گے۔ یہ تکنیکی اور معاشی سامراج کی ایک نئی شکل ہے۔ ستم یہ ہے کہ یہ زنجیریں یہ ممالک بظاہر بہ رضا و رغبت خود پہن رہے ہیں۔ تفو بر تو چرخ گرداں تفو۔

۴ اس سلسلہ میں ایک اور بڑی خامی ہے کہ ایٹمی تجربات پر پابندی صرف زمین، زیر زمین یا outer space میں کیے جانے والے تجربات پر ہے۔ ایسے سائنسی تجربات جو لیبارٹری میں ہو سکیں یا جنہیں simulated experiments کہتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ چند مغربی اقوام اور ترقی یافتہ ملک جو لیبارٹری تجربات کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ مزید نئے تجربات کرتے رہیں گے اور اس طرح ٹیکنولوجی کو مزید ترقی دینے اور upgrade کرنے کا کام کر سکیں گے لیکن باقی ممالک کے لیے یہ دنیا بند کردی جائے گی۔ اگر تجربات پر پابندی ہی وقت کا تقاضا ہے تو پھر یہ تفریق کیوں ؟ یہ سارا کھیل صرف ہمیں ہی محروم رکھنے کے لیے نہیں کھیلا جا رہا!

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

۵ اس معاہدہ کا ایک اور بڑا ہی خطرناک پہلو وہ انتظام ہے جو بظاہر تجربات کو روکنے اور ایٹمی صلاحیت کو زیر نگرانی رکھنے کے لیے تجویز کیا جا رہا ہے۔ اس میں اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ کام صرف غیر جانبدار اور سب کے لیے قابل قبول اور قابل اعتماد بین الاقوامی اداروں کے ذریعہ انجام پائے گا۔ لطف یہ ہے کہ قوانین میں امریکہ کے خلائی سیاروں کے ذریعے حاصل خفیہ معلومات satellite intelligence کو ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے جو پورے نظام کو ایک ملک کے تابع کردینے کے مترادف ہے۔ پھر برسرموقعہ معائنہ

on the spot inspection کی جو دفعات ہیں وہ نہایت خطرناک اور دوسرے ممالک کی آزادی اور حاکمیت (sovereignty) کے خلاف ہیں۔ امریکہ کا اصرار ہے کہ ایگزیکٹو کونسل عام اکثریت سے جبری معائنے کا فیصلہ کر سکے جب کہ چین اور دوسرے ممالک ایسے اقدام کے لیے دو تہائی اکثریت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ نیز جبری نگرانی کے نظام میں ملکی سلامتی اور حساس اداروں کے تحفظ کی بھی کوئی ضمانت موجود نہیں۔ اس طرح بین الاقوامی نگرانی کا جو نظام بنایا جارہا ہے اس میں خطرہ ہے کہ چکوال کے Seismic Station کا پھر اعادہ ہو جائے اور اسی طرح پاکستان اور دوسرے ممالک کی سرزمین پر بین الاقوامی نظام کے نام پر جاسوسی کا ایک ایسا جال بچھادیا جائے جو ہماری آزادی اور قومی وقار کے منافی ہو۔

ہم نے اس معاہدہ کے صرف پانچ بنیادی پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے حالانکہ دیگر بہت سے پہلو ہیں جن کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے نمائندوں نے ان اور دوسرے امور کے بارے میں اپنا موقف پیش کرنے اور اس کے لیے ہموار کرنے کی قرار واقعی کوشش نہیں کی اور محض اس بات پر بغلیں بجار ہے ہیں کہ بھارت کو تنہا کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس طرح بھارت کی سوداکاری کی طاقت (bargaining power) بڑھ گئی ہے اور توجہ اصل ایشوز سے ہٹ کر ایک ملک کو منانے پر لگ گئی ہے۔ اسی طرح یہ دعوی کہ نئی ترمیم میں یہ بات موجود ہے کہ اگر تینوں threshold ممالک یعنی بھارت، اسرائیل اور پاکستان دستخط نہ کریں تو معاہدہ قابل نفاذ نہیں ہو گا بہت ہی کمزور ہے۔ اس لیے کہ اصل مسائل کا حل تلاش کیے بغیر معاہدہ اپنے اصل مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا اور یہ کہ اس ترمیم میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر تین سال تک یہ ممالک دستخط نہ کریں تو پھر ایک کانفرنس بلائی جائے گی جو ان اقدامات پر غور کرے گی جن کے ذریعہ ان ممالک کو راہ راست پر لایا جاسکے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

"To consider and decide by consensus what measures consistent with international law may be undertaken to accelerate the ratification process"

(توثیق کے عمل کو تیز کرنے کے لیے بین الاقوامی قانون کے مطابق اقدامات پر غور کرنا اور باہمی رضامندی سے فیصلہ کرنا۔)

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ معاشی پابندیاں (economic sanctions) یا دوسری تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہے جن میں طاقت کا استعمال بھی شامل ہے۔

ان تمام باتوں کی موجودگی میں پاکستان کے موقف کی سب سے بڑی خامی اور کمزوری یہ ہے کہ:

۱ اس نے عالمی پہلو اور امتیازی سلوک کے معاملات کو نظرانداز کر دیا ہے۔

۲ سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے ایک مثبت اور موثر رویہ اختیار کرنے کی بجائے امریکہ کے دباو میں ایسے سوال اٹھانے سے بھی احتراز کیا ہے جن کا تعلق پاکستان اور عالم اسلام کے مستقبل اور ان کی سلامتی اور حقیقی آزادی سے ہے۔

۳ یہ اعلان کرکے ہم معاہدہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے اپنے تمام وزن (leverage) کو خود ہی ختم کر دیا اور اس کے نتیجے میں بھارت کو ایک ایسا عالمی رول ادا کرنے کا موقع مل گیا جس کی وہ بڑی قیمت وصول کر سکتا ہے۔

۴ علاقائی سطح پر بھی پاکستان کے ایٹمی دفاع کے حق کو منوانے میں ناکام رہا ہے اور اپنے بے تدبیری سے ایسے رعایتیں (concessions) دے رہا ہے جن کی زد ملک کی سالمیت اور سلامتی پر پڑ سکتی ہے۔

۵ اس معاہدہ میں پاکستان اور دوسرے چھوٹے ممالک کے لیے ایسے تحفظات اور ضمانتیں حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے جو اکیسویں صدی میں ایٹمی صلاحیت کے deterrence اور پر امن استعمال کے لیے ضروری ہیں۔

ان حالات میں پاکستان کے لیے ایک ہی باعزت راستہ ہے اور وہ یہ کہ اس معاہدہ پر ہرگز دستخط نہ کرے اور کسی دباو میں نہ آئے۔

پاکستان کے لیے ایٹمی صلاحیت پر امن استعمالات کے لیے بھی ضروری ہے اور خالص دفاعی اور ملک کی سلامتی اور آزادی کے تحفظ کے لیے بھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بھارت اس علاقے ہی میں نہیں عالمی سطح پر ایک سپرپاور کا رول ادا کرنے کے عزائم رکھتا ہے اور اس کی پوری منصوبہ بندی اول روز سے اس سمت

میں ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ کو اپنے علم پر بڑا ناز ہے اور وہ بستر علالت سے بھی دعوے کر رہے ہیں کہ دوسرے سیاسی قائدین کو نہ معلوم کیا کیا سمجھا سکتے ہیں لیکن مسئلہ پر ان کی گرفت کا یہ حال ہے کہ نہرو کو ایٹمی ہتھیاروں اور تجربات کو ختم کرنے کا موئد قرار دے رہے ہیں اور بھارت کو طعنہ دے رہے ہیں کہ وہ گاندھی اور نہرو کے موقف سے ہٹ گیا ہے حالانکہ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ بھارت کی ایٹمی پالیسی کا اصل خالق نہرو ہی تھا اور ایٹمی ہتھیاروں کی ترقی اور استعمال کو اس نے اپنے بنیادی مقاصد میں پہلے دن سے شامل رکھا تھا۔ بھارت کی دستور ساز اسمبلی میں ۶ اپریل ۱۹۴۸ کو خطاب کرتے ہوئے نہرو نے کہا تھا

Of course if we are compelled as a nation to use it (i e atomic technology) for other purposes, possibly no pious statements of any of us will stop the nation from using it that way"

Jawahar Lal Nehru "Seclected works Vol 5-p-27"

(یقیناً اگر ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے اسے (ایٹمی ٹیکنولوجی) دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر مجبور ہونا پڑا' تو ہم میں سے کسی کے مقدس بیانات قوم کو ایسا کرنے سے نہ روکیں گے)

اس طرح ایٹمی ٹیکنولوجی کی ترقی کا جو منصوبہ بھارت نے پنڈت نہرو کی قیادت میں بنایا اس میں اس نے شروع ہی سے پلوٹونیم کے اخراج کے لیے ری پراسسنگ پلانٹ (reprocessing plant) کو اولیت دی اور کنیڈا سے ۶۰ کے عشرے میں ایسا (research reactor) پلوٹونیم حاصل کیا جو اسلحہ بنانے کے قابل پلوٹونیم کے لیے موزوں ہو۔ وزیر خارجہ صاحب کون سے پنڈت نہرو کی بات کر رہے ہیں؟

وزیر خارجہ اور وزارت خارجہ کے وہ تمام بیانات جو جولائی کے مہینہ میں اور خصوصیت سے بھارت میں امریکہ کے سفیر فرینک ویزنر کی پاکستان یاترا اور امریکی صدر کلنٹن کے وزیراعظم صاحبہ کے نام خط کے بعد آئے ہیں سخت تشویشناک اور پاکستان کے تاریخی موقف سے واضح انحراف کا ثبوت ہیں اور انہی کی وجہ سے ضروری ہوگیا ہے کہ

پاکستانی قوم اپنے قومی مقاصد کے تحفظ اور مفاد کے حصول کے لیے حکومت پر بھرپور دباؤ ڈالے اور اسے کسی ایسے سمجھوتے سے روکے جو ہمارے ہاتھ اور پاؤں باندھنے کا ذریعہ بن سکے۔ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ مغربی اقوام پر واضح کر دیا جائے کہ امریکہ کی تائید کی محتاج (dependent) حکومت اگر کوئی ایسا معاہدہ کرتی ہے جو قومی امنگوں سے مطابقت نہیں رکھتا تو وہ قوم کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا اور اس کی حیثیت محض کاغذ کے ایک پرزے کی ہوگی جس کی پابندی پاکستان پر قانونی' سیاسی اور اخلاقی طور پر لازم (binding) نہیں ہوگی۔

اب وقت آگیا ہے کہ پاکستان صاف الفاظ میں یہ بات کہے کہ ہم بھی ایک نیوکلیر پاور ہیں اور ہمیں بھی نیوکلیر ڈھال کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کسی دوسرے ملک کو۔ یہ ہماری معاشی اور سائنسی ضرورت بھی ہے اور ہماری دفاعی ضرورت بھی۔ ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے بھی اور اس کے نظریاتی تشخص کے دفاع کے لیے بھی اس کا واضح اعلان ضروری ہے۔ اس طرح یہ بات بھی صاف الفاظ میں کہنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں بھی ایٹمی ہتھیاروں کی تباہ کاری کا اتنا ہی احساس ہے جتنا ان ملکوں کو جو بڑھ چڑھ کر ان معاہدات کے لیے کوشاں ہیں۔ حالانکہ عملاً یہی وہ ملک ہیں جو عالمی جنگوں کا سبب رہے ہیں اور جن میں سے کچھ نے عملاً ایٹم بموں کو استعمال کیا ہے یا استعمال کرنے کے فیصلہ میں شریک رہے ہیں۔ لیکن جہاں تک پاکستان کی سلامتی اور اس کے تحفظ کا سوال ہے ہمارے لیے بھی یہ دفاعی ڈھال اتنی ہی ضروری ہے جتنی کسی اور ملک کے لیے اور ہم اپنے اس حق پر کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں۔ نیز ۱۹۸۹ میں صلاحیت کو روکنے کا (capping) جو فیصلہ کیا تھا وہ بیرونی دباؤ کے تحت اور جبری (under duress) تھا جو قوم کو قبول نہیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ ۱۹۷۱ کے سانحے کے بعد یہ بات بالکل ثابت ہوگئی ہے کہ روایتی فوجی سازوسامان اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود' حقیقی دفاعی ڈھال (deterrance) فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ۱۹۸۷ اور ۱۹۹۰ میں پاکستان اگر بھارت کی فوجی جارحیت سے محفوظ رہا ہے تو وہ صرف ایٹمی ڈھال کی وجہ سے ہے۔ اس کا اعتراف صرف ہمارے دفاعی تجزیہ نگار ہی نہیں کررہے ہیں بلکہ خود بھارت کی فوجی قیادت نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ ۱۹۴۸' ۱۹۶۵ اور ۱۹۷۱ کی جنگوں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے

کرشنا سوامی سندر جی اعتراف کرتے ہیں کہ اگر اس وقت دونوں ممالک کے پاس کم سے کم ایٹمی صلاحیت موجود ہوتی تو

"These wars would not have occurred." (Krishna Swami Sunderji; Changing Military Equations in Asia: Relevence of Nuclear Weapons,P.9)

(یہ جنگیں واقع نہ ہوئی ہوتیں۔)

اس طرح بھارت کی نیوی کے سابق سربراہ ایڈمرل جے جی نانڈ کامی اعتراف کرتے ہیں کہ:

"Pakistan would be able to establish a deterrent nuclear position aginst India, rendering in the process the balance of conventional forcess considerably less significant than it is today." (Telegraph, Calcutta, March 23-25 1990.)

(پاکستان بھارت کے خلاف مانع و مزاحم جوہری طاقت حاصل کرنے کے قابل ہوگا' اس سے روایتی افواج کے توازن کی اہمیت آج کے مقابلے میں بے حد کم ہوجائے گی۔)

جنرل کے سندر جی (Gen. K. Sunderji) اپنے ایک اہم انٹرویو میں جو انڈیا ٹوڈے (India Today) میں اپریل ۹۳ میں شائع ہوا تھا اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ:

"If a natural nuclear deterrent exists, I believe there is more scope for both countries to cart back on conventional forcess and maintain a lower level balance."

(اگر قدرتی جوہری مانع و مزاحم قوت موجود ہے' تو مجھے یقین ہے کہ دونوں ملکوں کے لیے روایتی افواج میں کمی کرنے اور کم درجے پر توازن رکھنے کی زیادہ گنجائش ہوگی)

نیز یہ کہ:

"What the nuclear capability does is to make sure that the old scenarios of Indian armour crossing the Sukkur barrage over the Indus and slicing Pakistan into two are a thing of the past."

(جوہری طاقت یہ یقینی بناتی ہے کہ ماضی کا یہ منظر کہ بھارتی اسلحہ خانہ دریائے سندھ پر سکھر بیراج سے گزر کر پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کردے، ماضی کا فسانہ بن جائے۔)

ہماری ایٹمی پالیسی کو آج کے حقائق اور ہماری اپنے ملکی اور ملی تقاضوں کے مطابق تشکیل پانا چاہیئے محض امریکہ کی خوشنودی یا بیرونی امداد اور قرضوں کے حصول کی ضروریات کے جبر(imperatives) کے تحت نہیں۔ اس سے ہٹ کر کوئی بھی پالیسی قوم اور اس کے اصل عزائم سے غداری ہوگی۔

یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ کشمیر کا مسئلہ ہمارے لیے بڑا بنیادی اور زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور ایٹمی پالیسی کا اس سے بھی گہرا تعلق ہے لیکن جس طرح امریکہ کشمیر کے مسئلہ کو ایٹمی پالیسی سے link کررہا ہے وہ درست نہیں۔ ہماری ایٹمی صلاحیت کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لیے بھی درکار ہے اور اس کے بعد بھی پاکستان کے تحفظ کے لیے اس کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح بھارت کے دستخط نہ کرنے کی صورت میں ہی ایٹمی ڈھال کی ضرورت نہیں بلکہ دستخطوں کے بعد بھی ضرورت ہوگی۔ ہمیں خوشی ہے کہ فوج کے موجودہ سربراہ نے اپنے ایک حالیہ بیان میں اس طرف بڑے مناسب انداز میں متوجہ کیا ہے۔ ان کا یہ بیان بڑے گہرے غورو فکر کا متقاضی ہے کہ؛

(اگر بھارت سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر بھی دے تو بھی حکومت پاکستان اپنے قومی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کرے گی اور یہ ضروری نہیں کہ بھارت کے دستخط کرتے ہی ہم بھی ایسا ہی کردیں (جنگ لندن ۱۲ اگست ۱۹۹۶)

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے قومی موقف کی یہ بہت ہی مناسب ترجمانی ہے۔ ہمارا فیصلہ ان میں کسی چیز سے مشروط نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسے مثبت اور معروضی انداز میں قومی مقاصد اور مفادات اور ملت اسلامیہ کے وسیع تر مفاد کی روشنی میں کیا جانا چاہیئے۔ میری

سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس معاہدہ پر اس کی موجودہ شکل میں دستخط کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اور ہم اپنے کو ان تمام خطرات اور ہزیمتوں کا نشانہ بنانے کا موقع فراہم کریں گے جو آج عراق کو درپیش ہیں۔

آج قوم جو فیصلہ کرے گی اور جس ہمت اور عزم کا مظاہرہ کرے گی کل اور اگلی صدی میں ہم اور ہمارے آنے والی نسلیں اس کے ثمرات سے شاد کام ہوں گی اور اگر آج ایک کمزور حکومت کو ملک کی قسمت سے کھیلنے اور اس کے جوہری مستقبل کو تاریک کرنے کا موقع دے دیا گیا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی یقینی ہے جو افراد کی غلطیوں سے تو صرف نظر کرلیتا ہے لیکن قوموں کی غلطیوں کو نہیں بخشتا۔

حواشی :

۱ ۔ فنانشل ٹائمزاداریتی طور پر اس مسئلہ پر اس طرح کلام کرتا ہے:

India's demand was so unrealistic that it appeared to be an excuse to avoid signing up. But the terms in which India presented its argument are a good illustration of the grievances that many developing nations fed. They cannot accept that five countries should indefinitely enjoy the global influence that nuclear weapons bestow, while all other nations are indefinitely denied it. Like G7, which over-represent Europe and under-represent Asia, the world's nuclear system looks in many lengths an anachoronism, based on yeaterday's world order". Financial Times, London, July 1, 1996 Editorial on "Ten Ban Talks in Trouble".

بھارت کا مطالبہ اتنا غیر حقیقت پسندانہ تھا کہ یہ دستخط نہ کرنے کا بہانہ محسوس ہوتا تھا- لیکن بھارت نے جن الفاظ میں اپنا استدلال پیش کیا اس سے ترقی پذیر ممالک کی شکایات کی اچھی ترجمانی ہوتی تھی - وہ یہ تسلیم نہیں کرسکتے کہ پانچ ممالک ہمیشہ کے لیے اس عالمی رسوخ سے فائدے اٹھاتے ہیں جو ایٹمی ہتھیار عطا کرتے ہیں جب کہ دوسری تمام اقوام ہمیشہ کے لیے اس سے محروم رہیں- جی سیون کی طرح جس میں یورپ کی زیادہ اور ایشیاء کی کم نمائندگی نامناسب ہے 'وہ ماضی کے عالمی نظام پر مبنی ہے اور موجودہ دور کے لیے کئی لحاظ سے نامناسب اور غلط ہے-

قرار داد پر دستخط کرنے کے پاکستان کے موقف پر

پروفیسر خورشید احمد کا ردعمل

ملکی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کا تحفظ نیو کلیئر پروگرام کے بغیر ممکن نہیں۔ ہماری حکومت روز اول سے ہی اس مسئلے پر ڈانواں ڈول تھی لیکن یہ عوامی دباؤ ہی تھا جس نے جنیوا میں دستخط کرنے سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے تھے۔اس سلسلے میں اپوزیشن کا کردار بہت بنیادی اور مثبت رہا ہے۔صدر پاکستان اور چیف آف آرمی اسٹاف کے بیانات بھی بہت حوصلہ افزا تھے۔ لیکن اب اچانک حکومت کی پالیسی میں تبدیلی نہ صرف ناقابل فہم ہے بلکہ حیران کن بھی ہے۔ایک ایسی حکومت جو ہماری سالمیت کا سودا کرنے پر تیار ہو اسے ایک دن بھی بر سر اقتدار رہنے کا حق نہیں دیا جاسکتا۔

اس مسئلے پر فوری طور پر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلایا جائے' تمام محب وطن عناصر کو چاہیے کہ وہ متحد ہو کر حکومت کو پاکستان کے مفاد کے خلاف سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے روک دیں۔سفارتی سطح پر ہمیں چاہیے کہ اس مسئلے پر اسلامی ممالک اور تیسری دنیا کے ممالک کا تعاون حاصل کریں۔

پاکستان کا پہلا فوری مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے اہم قومی مفادات کے تحفظ اور دفاع کے لیے ایٹمی ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کریں۔ہماری دوسری کوشش یہ ہو کہ دنیا کو ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں سے بچائیں اور آخری بات یہ کہ ہم نیو کلیئر ٹیکنالوجی کے پر امن استعمال کو یقینی بنائیں۔

بین الاقوامی تحفظات اپنی جگہ لیکن ہر ملک کو اپنے تحفظ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ مقبوضہ کشمیر کی دھماکہ خیز صورتحال اور بھارت کی جانب سے نام نہاد انتخابات کا ڈرامہ رچانے کی کوشش حکومت کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔بد قسمتی ہے ہماری حکومت کی کشمیر پالیسی بالکل ناکام ہوچکی ہے۔جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اقوام متحدہ سے مسئلہ کشمیر کو ختم کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر اس شرمناک پسپائی کے بعد وزیر خارجہ کو چاہئے تھا کہ وہ مستعفی ہوجاتے۔اس سارے تناظر میں سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے حوالے سے پاکستان کی جانب سے آسٹریلیا کی قرار داد کو اسپانسر کرنے کا کردار انتہائی شرمناک ہے جو ملک و قوم کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔اب وقت آگیا ہے کہ ہم آگے بڑھ کر حکومت کو ملکی مفادات پر ضرب لگانے سے روکیں۔(روزنامہ جسارت ۲۹ اگست ۹۶)